رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُل اِنَّ الفضل بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشَاءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیمٌ ○

الفضل

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہی مسیح موعود ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵)

مضامین بنام ایڈیٹر اور باقی تمام خط و کتابت بنام مینجر الفضل قادیان ضلع گورداسپور کے پتہ پر ہو

چندہ مقامی خریداروں سے ساڑھے چار روپے

غیر ممالک سے سات روپے

جلد ۳ | ۲۳ مئی ۱۹۱۶ء | سہ شنبہ | مطابق ۲۰ رجب ۱۳۳۴ھ ہجری | نمبر ۱۱۶

مدینۃ المسیح

۱۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی طبیعت اچھی ہے۔ درس اٹھواں پارہ شروع ہے۔

۲۔ موسمی بخار کی بہت شکایت ہے۔ تقریباً تمام عملہ الفضل بیمار ہے۔ ان حالات میں نہایت مشکل سے اخبار نکالا گیا ہے۔ میں خود بھی بیمار ہوں پھر بھی اس کوشش میں ہوں کہ اگلا پرچہ وقت پر نکلے ✦

۳۔ مدرسہ احمدیہ کی ساتویں (منتہی) جماعت کا نتیجہ بھی نکل آیا ہے۔ اس میں کوئی بھی پاس نہیں ہو سکا۔ جسکی وجوہات مختلف بتائی جاتی ہیں۔ از انجملہ یہ کہ جو معلم ہیں وہی ممتحن ہیں۔ اور انکو اکثر باہر جانا پڑتا ہے۔ دوم یہ کہ ممتحنین نے پرچے دیکھنے میں طلباء کو رعایت نہیں دی۔ جو کہ انکی دیانتداری پر دال ہے ✦

۴۔ مسجد مبارک کے پاس برادران احمد الدین و عبد الرحیم صاحبان درزیان کی جو دوکان ہے چند روز ہوئے۔ کسی نے قفل توڑ کر

اخبار احمدیہ

دہلی میں آریہ سے گفتگو

آریہ پنڈت نے اپنی تقریر میں یہ بیان کیا تھا کہ ابتدائی دنیا میں ایکبار خدا نے کلام نازل کیا جس کا نام وید ہے۔ اور یہ اسی وقت میں اترا۔ جبکہ سب لوگ پاک تھے۔ اسلئے اب وید کے بعد پھر دیا بھید کی ضرورت نہیں۔ اگر ضرورت ہے۔ تو اس کے بعد سلسلہ کیوں ختم ہو۔ اس کے بعد ہی پھر لبید وغیرہ کوئی کتاب ہونی چاہیئے اگر ختم کرنا ہے تو شروع ہی میں کیوں نہ ختم کیا جائے درمیان میں اگر ختم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ لہذا وید ہی ابتدائی منشاء سے انتہائی دنیا تک کے لئے ہے۔ پرلے کے بعد ہی پھر وید کا نزول ہوگا۔ درمیان میں خدا اور کسی سے کلام نہیں کرتا جیسے سورج ایک بار بنایا گیا ہے۔ بار بار سورج کے بنانے کی ضرورت نہیں

مذکورہ بالا اعتراض کے جواب میں عاجز نے کل یکم مئی کو تقریر کی اس تقریر کا موضوع ایسا ہی تھا جس کا جواب بفضلہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود کے غلاموں کے سوا اور کوئی نہیں دے سکتا۔ جواب سننے کے لئے علاوہ ہندوؤں کے مسلمان بھی بہت سے آ گئے تھے۔ سارا جواب احمدیت کے نقطۂ خیال سے دیا۔ غیر احمدی مسلمان نہایت جوش اور خوشی اور محویت سے سنتے رہے۔ میں کھول کھول کر بیان کر رہا تھا کہ مکالمہ الٰہیہ کا دروازہ بند نہیں ہے۔ شریعت کے مکمل ہونیکی وجہ سے تشریعی وحی کا دروازہ بند ہے۔ لیکن غیر تشریعی وحی کا نہیں پھر بتایا کہ سوامی دیانند کے ایک بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ وید کے زمانہ میں صرف چار اشخاص اتنے پاک تھے۔ کہ جن پر وید کا پرکاش ہوا۔ اس سے بھی ثابت ہوا۔ کہ وید کے نزول کے وقت سب لوگ پاک نہ تھے۔ اگر سب لوگ پاک تھے۔ وید کے قبل پاک تھے تو انکو کس نے پاک بنایا اگر کہا جائے کہ مکتی سے واپس شدہ روحیں تھیں تو یہ بھی ٹھیک نہیں۔ کیونکہ مکتی سے واپس شدہ روحیں پاک ہوا کرتیں تو پھر واپس کیوں آتے

(باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا)

علاوہ بریں جبکہ بقول آپکے وید میں شراب پینا اور گوشت وغیرہ کہانے کی ممانعت ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ وید کا تعلق ایسے وقت اور ایسی قوم سے تھا جو کہ ان عیوب میں مبتلا تھی۔ ورنہ وہ جو کہ شراب کے نام سے بھی ناواقف ہے اس کو شراب پینے سے منع کرنا گویا اس کو تحریک کرنا ہے۔ کونین کی ضرورت بیماری کے وقت ہوا کرتی ہے ورنہ صحت کی حالت میں کونین کھانے سے بخار آجاتا ہے۔ وید کی مثال سورج کیطرح نہیں۔ کیونکہ سورج ۲۴ گھنٹہ میں ساری دنیا کو منور کرتا ہے اور وید ایک ارب چھیانوے کروڑ کئی لاکھ سال میں بھی ساری دنیا کو منور نہ کر سکا۔ اگر کیا تو خدا کی فعلی کتاب سے اس کا ثبوت دو برخلاف اس کے زمین اور زمین کے اندر کی کوئی چیز نکلتی ہے تو اس سے قرآن ہی کا ثبوت ملتا ہے جیسے فرعون کی لاش وغیرہ اور آریہ ورت کی زمین بھی کوئی چیز نکالتی ہے تو پرانے زمانہ کی مورتی جس سے آریہ دھرم کی تردید ہوتی ہے یہ لمبا مضمون بہت دلچسپی سے لوگوں نے سنا اور بھی چند طرح سے میں نے بتا کر سورج کی مثال وید پر کسی طرح چسپاں نہیں ہوتی۔ ۔۔ علاوہ بریں اگر سورج ہی بار بار دورہ کرتا ہے تو اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سورج صرف آریہ ورت کا نہیں زمین گول ہے ہر شخص کہہ سکتا ہے آدریکا کہہ سکتا ہے کہ سورج ہمارا ہے جیسا کہ زرد دشتی کہتے ہیں کہ ہماری کتاب قدیم ہے پھر میں نے بتایا کہ کلام الٰہی کی مثال بارش کے ساتھ زیادہ موزوں ہے۔ اور اس کو میں نے کھول کھول کر بتایا کہ جس طرح ہر زمانہ میں انسانوں کو پانی کی ضرورت ہے ویسے ہی روحانی خشک سالی ہے روحانی پانی یعنی گیان اور عرفان وحی اور الہام کے پانی کی ضرورت ہے آریہ پنڈت نے یہ بھی کہدیا تھا کہ خدا باتیں تو کرتا ہے مگر وہی سنتے ہیں جو کہ روحانی کان رکھتے ہیں۔ یعنی پاک ہیں جیسے مچھر کی بھنبھناہٹ کو ہر عضو نہیں سن سکتا ہے سوائے کان کے اسی طرح مکالمہ الٰہیہ کو وہی سنتے ہیں جو کہ روحانی کان رکھتے ہیں۔ اس کے جواب میں کہا کہ اچھا بتاؤ وید کے بعد کس نے کلام الٰہی کو سنا۔ آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسٰیؑ و داؤدؑ و عیسٰی علیہم السلام کا نام لیتا ہوں تو کہتے ہو نعوذ باللہ جھوٹے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نامی پیش کرتا ہوں۔ تم کہتے ہو۔ یہ بھی ایسے ہی تھے حضرت غلام احمد علیہ السلام کا نام پیش کرتا ہوں تو اس کو بھی معاذ اللہ جھوٹا ہی کہتے ہو۔ پھر آریہ ورت میں کرشن جی کے گیتا کو بھی کلام الٰہی نہیں مانتے۔ بابا نانک کو بھی ملہم نہیں مانتے پھر بتاؤ کیا ایک ارب چھیانوے کروڑ کئی لاکھ برس سے خدا گونگا ہے یا کوئی انسان ہی پاک دل اور پاک کان رکھنے والا پیدا نہیں ہوا۔ اگر نہیں پیدا ہوا تب بھی تمہاری کتاب کا قصور کہ اس نے ایک انسان بھی ایسا پیدا نہ کیا۔ میں نے ایک موقعہ پر بیان کیا تھا کہ وہ چار انسان جن کو تم کہتے ہو کہ ان پر وید کا نزول ہوا۔ ان کے انسان ہونے کا ثبوت تاریخی پیش کرو۔ عام ہندو تو کہتے ہیں کہ وید کا پرکاش برہما جی پر ہوا۔ اور اگنی وایو وغیرہ عناصر کے نام ہیں لہذا ضروری ہوا کہ اس کا کافی ثبوت دیا جائے کہ واقعی وہ انسان تھے۔ اور انسان ہونیکا ثبوت ہی نہیں بلکہ اس بات کا تاریخی ثبوت کہ اس زمانہ کے لوگوں میں وہ سب سے زیادہ پاکباز تھے۔ الہام الٰہی کے سچا اور جھوٹا معلوم کرنیکا یہ بھی ایک معیار ہے کہ یہ معلوم کیا جائے۔ کہ اس کی زندگی دعویٰ کے قبل کیسی تھی اس کے جواب میں پنڈت نے یہ تقریر کی تھی کہ تاریخی ثبوت کوئی ثبوت نہیں ہے۔ دیکھو آج کل بعض ایسے پیدا ہوگئے ہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح کا وجود دنیا میں کہیں ہوا ہی نہیں اور رام اور سیتا بھی دنیا میں پیدا نہ ہوئے۔

میں نے ان کے جواب میں کہا کہ تاریخی ثبوت ہی دنیا میں زبردست ثبوت ہے۔ وہ لوگ جن کی قومی اور مذہبی تاریخ محفوظ نہیں اور اگر موجود ہے تو وہ متضاد اور متباین ہے وہ جس نے مسیح کے وجود کا اظہار کیا یا سیتا اور رام کے وجود سے انکار کیا اس وجہ سے نہیں کیا کہ وہ تاریخ کو نہیں مانتا ہے بلکہ اس وجہ سے کیا کہ اس کی قوم میں اور اس کے مذہب میں اس کے بزرگوں کی صحیح اور محفوظ تاریخ اور سوانح عمری موجود نہیں ہے۔ عیسائیوں کو چاہیے کہ شکر بجا لاویں حضرت محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کا کہ اس نے الہام سے آپ مسیح کی اور نیز گذشتہ نبیوں کی تصدیق کی ورنہ مسیح کی مکمل سوانح موجود نہ ہونے کی وجہ سے مسیحیوں کو مسیح کا وجود منوانا سخت مشکل ہے۔ اور وہ یاد رکھو۔ ہمارے امام احمد قادیانی علیہ السلام کو جنہوں نے کرشن اور رام کی تصدیق ایسے وقت میں کی جبکہ آریہ ورت کی اپنی قوم میں سے بعض رام کے وجود ہی سے منکر ہو چلے تھے۔ اگر آپکے پاس محفوظ تاریخ نہیں ہے تو اس کی وجہ سے تاریخ ہی قابل سند نہیں یہ زبردستی ہے۔ تاریخ دانی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ دنیا کی عمر ایک ارب چھیانوے کروڑ کئی لاکھ کئی ہزار سال ہے۔ اور الہام سماوی پر بھی وید کا نزول ہوا ہے اور وہاں بھی آبادی ہے۔ مگر وہ جن رشیوں پر وید نازل ہوا ان کی زندگی کے اور حالات تو الگ رہے ان کو جاندار ہستی ثابت کرنے کیلئے کوئی تاریخی ثبوت آپ نہیں رکھتے ہیں پنڈت جی کہا تھا کہ بار بار کلام اتارنا اور منسوخ کرنا خدا کی شان کے شایان نہیں مادی چیزوں میں تغیر ہوا کرتا ہے لیکن روحانی چیزوں میں نہیں۔

میں نے جواب دیا۔ مرکز خلاصہ یہ ہے کہ مذہب کی بنیاد دو چیزوں پر ہے ایک حقوق اللہ دوسرا حقوق العباد۔ حقوق اللہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے صفات کبھی نہیں بدلا کرتے ہر ایک نبی جو خدا کی طرف سے آیا سب نے حقوق اللہ اور اس کے صفات کو ایک ہی رنگ میں بیان کیا یہ ضرور ہے کہ بعض نے زیادہ وضاحت سے بتایا بعض نے اس قدر وضاحت سے نہ بیان کیا۔ **دوسرا پہلو** حقوق العباد کا جن کو دوسرے لفظوں میں شریعت کہتے ہیں۔ اس میں تغیر اور تبدل ضروری ہے کیونکہ انسان کا تمدن جس قدر بڑھتا گیا۔ اسی قدر اس میں تغیر آتا گیا اور اسی تمدن کے اعتبار سے شریعت کا نزول ہوا۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ لوگ جنگلوں اور دریاؤں میں رہتے تھے ان کو موجودہ زمانہ کے ... کے قانون پر عمل کرنیکا حکم دینا اور نہ کرنے پر سزا دینا تکلیف مالایطاق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان - ۲۳ - مئی ۱۹۱۶ء

حضرت مسیح موعودؑ اور سر سید احمد

(نمبر ۲)

الشجرۃ یعرف بثمارہا درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اور انسان اپنے اعمال اور افعال سے۔ اس لئے اگر دو انسانوں کا مقابلہ کرنا ہو تو انکے افعال کا مقابلہ کیا جائے گا۔ جسکے افعال دنیا کے لئے زیادہ مفید اور فائدہ رساں ہوں گے۔ وہی اعلےٰ شان کا ثابت ہوگا۔ اس اصل کے مطابق ہم حضرت مسیح موعود اور سر سیّد کے ان افعال پر نظر ڈالتے ہیں جو انھوں نے اپنی زندگی میں خلقِ خدا کے فائدہ اور نفع کے لئے سرانجام دئے۔ گو سر سیّد کے افعال کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارناموں سے مقابلہ کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسا چراغ کا سُورج سے مقابلہ کرنا بلکہ اس سے بھی کم درجہ پر۔ لیکن چونکہ لوگ عدم واقفیت کی وجہ سے اس غلط فہمی میں گرفتار ہیں کہ سر سید نے ایسا عظیم الشان کام کیا ہے جو سیّدنا مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام نے نہیں کیا۔ اس لئے ہم بتانا چاہتے ہیں کہ سر سید نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں کیا کیا ہے ؟

سر سیّد کے کام سر سیّد کا کلمہ پڑھنے والوں کے پاس اگر کوئی سب سے بڑا سر سیّد کا کارنامہ ہے تو وہ تعلیم انگریزی کی تحریک اور علی گڈھ کالج کا قیام ہے اور بس اسکے متعلق وہ جسقدر بھی سر سید کی تعریف کرنا چاہیں کرلیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس مقصد کو ہاتھ میں لینے کے وقت وہ کونسی مشکلات اور رکیں اسکے سدراہ ہوئیں جنھیں اسے ہٹاکر کامیابی کا مُنہ دیکھنا پڑا۔ کیونکہ ہر ایک کام کی عظمت اور شان کے لئے یہی دیکھا جاتا ہے۔ کہ اسکے کرنیوالے کو کہاں کہاں اپنی طاقت اور ہمت کے جوہر دکھلانے کا موقعہ ملا۔ اور کس کس جگہ اس نے اپنے مخالفین کے زور اور طاقت کو توڑا۔ اگر ایسا نہیں۔ تو دنیا کا کوئی عقلمند ایسے کام کو عظیم الشان اور اسکے کرنیوالے کو اعلیٰ درجہ کا انسان نہیں کہے گا۔ جو بغیر مشکلات کا سامنا کرنے کے ہُوا ہو۔ اب ذرا سر سیّد کے کام کی طرف آئیے اس نے انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی ہے۔ گو اسکی مخالفت کے لئے کچھ لوگ اُٹھے لیکن کیا اس میں کچھ شک ہے کہ زمانہ اسکے ساتھ تھا۔ جو عوام کو مجبور کر رہا تھا کہ انگریزی تعلیم حاصل کئے بغیر تم زندہ نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ وہ خوب جان چکے تھے کہ انہیں اسوقت تک گورنمنٹ کے ہاں عہدے اور ترقیاں نہیں مل سکتیں۔ جب تک انگریزی تعلیم نہ حاصل کریں۔ انکے سامنے اپنی ہمسایہ قوموں کا نمونہ موجود تھا۔ جو بڑے زور سے انہیں سر سید کی تائید کرنے پر آمادہ کر رہا تھا۔ ایسے وقت اور ایسے حالات میں اگر سر سید اس تحریک میں کسی حد تک کامیاب ہوگیا۔ تو بات ہی کونسی ہے ؟

اس کام کی مثال کیا یہ ایسی ہی مثال نہیں ہے کہ ایک شخص کشتی کے رسہ کو پکڑ کر دریا کے بہاؤ کی طرف چل کھڑا ہو۔ گو وہ اِس بات کے لئے تعریف کا مستحق ہے۔ کہ اس نے کشتی کو ایک جگہ پہنچا دیا لیکن کیا اس کے کام کا مقابلہ ایک ایسے انسان کے کام سے کیا جا سکتا ہے۔ جو سخت طوفان کی حالت میں کشتی کو دریا کے چڑھاؤ کی طرف لیجاکر صحیح و سلامت منزل مقصود پر پہنچا دے۔ ہرگز نہیں۔ پس اگر سر سید نے انگریزی تعلیم کی تحریک کی۔ تو اس وقت کی۔ جبکہ لوگ اس رَو میں بہہ رہے تھے۔ اور بہنے کے لئے مجبور تھے اس لئے اس کا یہ کام کوئی ایسا نہیں ہے۔ جو دنیا کے عظیم الشان کارناموں میں شمار کئے جانے کے قابل ہو ؟

مسیح موعود کے کارنامے لیکن حضرت مسیح موعود کے کارنامہ کو دیکھئے۔ آپ اِس وقت دنیا میں کھڑے ہوکر منجانب اللہ ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ جبکہ یورپ کا وہ فلسفہ جس سے عاجز اور درماندہ ہوکر سر سید کو اسلام کے بعض نہایت اہم عقائد کو بدلنا پڑا۔ اپنے انتہائی عُروج پر تھا۔ اور پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔ کہ وحی اور الہام کوئی چیز ہی نہیں یہ زمانہ جاہلیت کی ایک اصطلاح ہے جسے بالکل ترک کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ اب روشنی کا زمانہ ہے۔ دوسرے مذاہب کے لوگ تو الگ رہے۔ خود مُسلمان یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اب وحی کا دروازہ بالکل بند ہوچکا ہے۔ کوئی انسان اب ایسا نہیں ہو سکتا جسے وحی ہو۔ ایسے وقت میں ایک ایسا انسان جو دنیا کی آنکھوں میں نہ شہرت رکھتا ہے نہ مال و دولت نہ جاہ و جلال ہے۔ اور نہ شوکت و مرتبہ کھڑا ہوکر کہتا ہے کہ مجھے خدائے تعالیٰ نے وحی سے مشرف کرکے بھیجا ہے۔ اور مجھ سے خدا کلام کرتا ہے تم لوگ نہ صرف اپنے موجودہ عقیدہ کو بدلکر یہ مان لو کہ خدا کلام کرتا ہے۔ اور اپنے برگزیدہ بندوں پر اب بھی وحی نازل کرتا ہے۔ بلکہ یہ اقرار کرلو کہ میں جو کچھ کہونگا وہ سب تمہیں ماننا ہوگا۔ ذرا غور کیجئے۔ زمانہ کی حالت کیا ہے۔ اور یہ منوانے والا کیا منوانا چاہتا ہے اس صورت میں اگر ایک شخص بھی اسکی بات کو مان لیتا۔ تو وہ اپنے مدعا اور مقصد میں کامیاب سمجھا جا سکتا تھا۔ لیکن دنیا نے دیکھا۔ اور اب دیکھ رہی ہے کہ کتنے لاکھ لوگوں نے اسکو مانا۔ اور کتنی بڑی کامیابی اُسے نصیب ہوئی۔ اور دن بدن ہو رہی ہے ؟

سر سید نے کن حالات میں کام کیا۔ اور مسیح موعود نے کن مشکلات میں پھر دیکھئے یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ اہل دنیا دنیا کے ہی ہورہے تھے۔ اور ہر قسم کے سامان تنعم و تعیش نے انہیں دین کی طرف سے بالکل روک لیا تھا۔ انکی نظر صرف اسی زندگی تک محدود ہو چکی تھی۔ سر سید نے اُٹھ کر کہا۔ اے لوگو! اگر تم اپنی انگریزی تعلیم حاصل کروگے تو دنیا میں آرام و آسائش سے زندگی بسر کر سکوگے۔ سرکاری عہدے تمہیں مل جائینگے دنیا میں تمہاری عزت و آبرو بڑھ جائے گی۔ مال و اموال حاصل ہو جائینگے۔ اگر ایسا نہیں کروگے تو ذلیل ہو جاؤگے اس آواز پر اگر لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ تو تعجب ہی کیا ہے۔ انکے دلوں میں دنیاوی حرص و آز کی تو پہلے ہی آگ جل رہی تھی۔ سر سید نے اس پر تیل ڈالدیا۔ پھر اگر وہ آگ نہ بھڑکتی تو اور کیا ہوتا ؟ اسے ضرور بھڑکنا

چاہیئے تھا۔ اور بھڑکی۔ چنانچہ لوگ انگریزی سیکھنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن دیکھیے حضرت مسیح موعود دنیا کی اس حالت میں آکر کیا کہتے ہیں۔ یہی کہ اے لوگو! تم میرے ہاتھ پر اس بات کا اقرار کرو کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کرینگے۔ یعنی دین کے مقابلہ میں دنیا کی خواہ کوئی طاقت ہمیں اپنی طرف کھینچیگی ہم ہرگز اسکی طرف نہ سرکینگے۔ اگر کوئی یہ اقرار نہیں کرتا۔ اور پھر اس پر عمل کر کے نہیں دکھاتا۔ تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ اللہ کیا نرالی شان ہے۔ گویا جلتی آگ پر پانی ڈالنا ہے۔ اور تمام آرزوؤں اور امیدوں پر پانی پھیرنا ہے۔ کیا یہ آسان کام ہے یا وہ جو سرسید نے کیا۔ اگر انصاف اور عدل کا مادہ دنیا سے مفقود نہیں ہو گیا۔ اگر حق اور صداقت کو دیکھنے والی آنکھیں بے نور نہیں ہو گئیں تو پھر کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ حضرت مسیح موعود کو قبول کرنیوالا ایک ایک متنفس کیوں آپ کی صداقت اور راستبازی کا ثبوت نہیں ہو۔ اور آپ کا اس طرح کامیاب ہونا کیوں بے نظیر اور لاثانی نہیں ہے۔ کیونکہ آپنے وہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جسکے سننے کے لئے وہ تیار نہ تھی لیکن سرسید نے یا اور کسی نے جو کچھ بیان کیا وہ وہی تھا جسکے قبول کرنے کے لئے لوگ تیار تھے۔ سرسید کی ساری کوششیں صرف دنیا تک ہی محدود تھیں۔ اور اسکے لئے دنیا دار پہلے ہی بے تاب تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود نے دین کے مقابلہ میں دنیا کی محبت کو بالکل مٹا دینے کے لئے آواز اٹھائی جسکے لئے کوئی آمادہ نہ تھا ❊

کالج کے ذریعے سرسید اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا۔

اب دیکھیے کون کامیاب ہوا۔ اس کا فیصلہ دنیا کر سکتی ہے واقعات اسکے سامنے ہیں۔ یہاں ہم صرف اشارہ کے طور پر سرسید کے سب سے عظیم الشان کارنامے یعنی کالج کی نسبت ایک کالج ہی کے تربیت یافتہ گریجوایٹ کی قلم سے نکلے ہوئے چند الفاظ نقل کرتے ہیں۔ جو صرف علمی اور اخلاقی حالت کے متعلق ہیں۔ مذہبی حالت کا تو نام ہی نہ لیجئے۔ کیونکہ اسکی طرف توجہ کرنا نہ بانی کالج کے مقصد میں داخل تھا اور نہ کالج نے اسکی اصلاح کا کبھی دم بھرا ہے۔ اس لئے ہم اسکو چھوڑ کر صرف علمی اور اخلاقی حالت کو دیکھتے ہیں۔ جن کی اصلاح کی نسبت کالج کو دعوےٰ ہے کہ اسمیں کالج کو کہاں تک کامیابی ہوئی ہے۔ وہ گھر کا بھیدی لکھتا ہے:۔

"علمی احیاء کے معنی صرف گریجوئیٹ پیدا کرنا نہیں ہیں۔ اگر یہ بھی ہو۔ تو اسکے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ ایسے بالغ العلوم پیدا کئے جائیں کہ جو دنیا کی ترقی کی دوڑ میں چار پائے بر و کتابے چند کے مصداق ہوں بچاس سال تعلیم میں کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ علیگڈھ کالج نے معدودے چند طالب علم ہی ہر شعبہ میں صحیح مذاق رکھنے والے پیدا کئے ہوں۔ غالباً ہزاروں کی تعداد میں کالج سے بالغ العلوم (بی۔ اے) اور کامل العلوم (ایم۔ اے) نکلے ہونگے۔ مگر کوئی بھی نام ایسا بتایا جا سکتا ہے جو اعلیٰ درجہ کا ادیب ہو۔ مستند مورخ ہو مسلم فلسفی ہو۔ استاد الشعراء نہ سہی۔ صحیح معنوں میں شاعر ہو۔ مشہور آرٹسٹ ہو یا کسی کارآمد کتاب کا مصنف یا مولف ہو یا پبلک پلیٹ فارم کا زبردست مقرر ہو۔ کالج کی کل زندگی کو ملاحظہ کیجئے تو آپ ایک علمی سوسائیٹی بھی نہ پائینگے کہ جو واقعی علمی ذوق و شوق کو پیدا کرنے اور عقل انسانی کو چمکانے اور جلا دینے کی روح رکھتی ہو"

یہ تو علمی حالت کے متعلق ہے۔ اخلاقی حالت کے متعلق لکھتا ہے کہ

"اخلاق کے صحیح معنوں میں کالج کی اخلاقی حیثیت بہت ہی گری ہوئی نظر آتی ہے۔ پرانے طرز کے لوگوں کا مذاق بتانا مذہب پر پھبتیے اڑانا اور اپنے جلسوں میں اس قسم کی گفتگو کرنا کہ جو ہر مہذب قوم اور بالخصوص مسلمانوں کے سنہری زمانے کی اخلاقی روایات کے خلاف ہے۔ نئی روشنی کے دلدادوں کے طرز عمل میں داخل ہو گیا ہے"

مسیح موعود کی جماعت

اب غور کیجیے کہ کالج کے ذریعہ سرسید اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا۔ کالج کے تربیت یافتہ اقرار کرتے ہیں کہ اس وقت تک کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ ادھر حضرت مسیح موعود کو دیکھیے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ہی لاکھوں انسانوں کو اپنے ہاتھ پر جمع کر کے دکھا دیا اور ان سے وہ کچھ منوا گئے جسکے سننے کے لئے بھی وہ تیار نہ تھے۔ اور وہ کچھ کرا گئے۔ جس کے وہم و خیال لانے پر بھی وہ آمادہ نہ تھے۔ پس اگر یہ بات درست ہے۔ اور بالکل درست ہے کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ تو ہم چشم بصیرت رکھنے والوں سے گذارش کرینگے کہ وہ دیکھیں۔ سرسید کے لگائے ہوئے درخت نے کیا پھل دئے۔ اور حضرت مسیح موعود کے شجر کو کیا ثمرات لگے۔ اور اس سے فیصلہ کریں کہ کس کے نقش قدم پر انہیں چلنا چاہیئے ❊

سرسید کی دینی خدمات کی حقیقت۔

یہ تو ہمنے سرسید کے اس مایہ ناز کارنامہ کی حقیقت بیان کی ہے۔ جو اسکی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اور مدعا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ سرسید کی دینی خدمات کو ذرا بتائیے تاکہ پتہ لگے کہ اسلام کے متعلق اس نے وہ کونسی بے بہا خدمات انجام دی ہیں۔ جو کوئی اور نہیں دے سکا۔ کیا یہ بات غلط ہے کہ سرسید نے اپنی طرف سے بعض ایسی باتیں پیش کی ہیں جو بالکل اسلام کے خلاف ہیں۔ ہرگز نہیں وہ سرسید ہی ہے۔ جس نے معجزات کا انکار کیا۔ اور وہ بھی سرسید ہی ہے جس نے ملائکہ کے وجود کو نہ مانا۔ پھر ایسے انسان سے یہ توقع کہاں ہو سکتی ہے کہ اس نے اسلام کی کچھ تائید کی ہے یا کر سکتا تھا ❊

مسیح موعود کی خدمات

لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھو۔ آپنے اسیؔ کے قریب ایسی زبردست اور بے نظیر کتابیں لکھی ہیں جو مخالفان اسلام کے لئے دیوار آہن ثابت ہوئیں۔ اور کسی کو طاقت نہ ہوئی انکی کمزوری ثابت کرتا۔ آپنے ہر ایک مذہب و ملت کے لوگوں پر ان کا مذہب باطل ثابت کر دیا۔ اور مقابلہ کے لئے چیلنج دئے اور مباحثے کئے۔ جن سے ان پر ثابت ہو گیا کہ ہم اسلام کے مقابلہ پر نہیں ٹھہر سکتے۔ اسکے علاوہ آپنے اسلام کی صداقت ثابت کرنے کے لئے ایسے عملی نشانات دکھلائے۔ جن کو وہ کبھی بھلا نہیں سکتے۔ آریہ صاحبان پنڈت لیکھرام صاحب کے واقعہ کو۔ عیسائی صاحبان ڈوئی و آتھم کے واقعہ کو اور غیر احمدی چراغ الدین جمونی اور غلام دستگیر وغیرہ وغیرہ کے واقعہ کو کبھی نہیں بھول سکتے۔ کیا دنیا کے پردہ پر کوئی اور بھی ایسا انسان ہوا ہے جس نے اسلام کی تائید میں اسقدر خدمات انجام دی ہوں۔ ہرگز نہیں۔ پھر آپنے خدا کے برگزیدہ اور پیارے بندہ

کی اصل شان اور صورت کو لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ ورنہ انکی نسبت نہایت افراط و تفریط سے کام لیکر لوگ غلط راستہ پر پڑے ہوئے تھے۔ مثلاً حضرت کرشن و رامچندر کو ماننے والوں نے انہیں خدا قرار دے لیا ہوا تھا۔ اور جو نہیں مانتے تھے وہ انکی نسبت طرح طرح کے گندی اور بیہودہ خیالات رکھتے تھے آپنے آکر بتایا کہ یہ دونو خدا کے برگزیدہ نبی ہیں۔ نہ تو وہ خدا تھے اور نہ وہ عیب تھے جو انکی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ بلکہ وہ نہایت پاکباز انسان تھے۔ یہ بھی اسلام کی صداقت میں آپکا ایک عظیم الشان کارنامہ تھا۔ کیونکہ اسلام کہتا ہے اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْر۔ کہ دُنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جسمیں رسول نہیں بھیجا گیا۔ اس کی تصدیق اس سے ہو گئی کہ دیکھو ہندوستان میں بھی خدا کے رسول ہوئے ہیں۔ پھر آپنے بادا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے اصل حالات کو پیش کرکے ثابت کیا۔ کہ یہ بزرگ خدا اور اسکے رسول پر فدا اور اسلام کا سچا عاشق تھا۔ اسکے خلاف جو خیالات ہیں وہ سب غلط ہیں۔ اسکے متعلق آپنے ایسے زبردست اور مضبوط دلائل دیئے۔ کہ آج تک کسی کو انکی تردید کی جرأت نہ ہو سکی۔ اور نہ ہو سکیگی۔ اس سے اسلام کو یہ فائدہ پہنچا۔ کہ وہ سعید لوگ جنہیں حضرت بادا نانک سے سچا پیار اور محبت تھی۔ انہیں جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ بھی فوراً مسلمان ہو گئے۔ اور خدا تعالیٰ کے پاک مذہب میں داخل ہو گئے ؎

غرض جن ذرائع سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی صداقت اور حقانیت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھایا۔ اس کا عشر عشیر کیا اسکی کسی قسم سے بھی سرسید نے کچھ نہیں کیا۔

دونوں میں مابہ الامتیاز

اگر فرض کے طور پر ہی یہ مان لیں کہ سرسید نے اسلام کی خدمت کی ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ اس نے حضرت مسیح موعود کے مقابلہ میں کچھ نہیں کیا۔ کیونکہ اسکی تمام کوشش اور سعی جو اس نے اپنے خیال میں اسلام کے متعلق کی۔ وہ اس کے ساتھ ہی اس کی قبر میں دفن ہو گئی۔ اس کو فروغ دینے والا آگے کوئی پیدا نہ ہوا۔ لیکن حضرت مسیح موعود کو دیکھو۔ آپ کی جماعت دن بدن زور شور سے اس کام کو چلا رہی ہے۔ جو ان کا آقا اپنے ہاتھ سے چلا گیا تھا۔ اور دنیا میں پھر پھر کر غافل لوگوں کو جگا رہی ہے کیا یہ اسبات کا ثبوت نہیں ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی وہی طریق اسلام کی اشاعت کا پسند ہے۔ جو اس کے مسیح نے استعمال کیا ہے۔ کیونکہ اسی کو دن بدن فروغ دے رہا ہے۔ اور سرسید کی کوششیں اگر ہوئی تھیں۔ تو اس کے ساتھ ہی چل بسی ہیں ؎

ہمنے نہایت اختصار سے صرف اشارہ کے طور پر ان باتوں کا اظہار کر دیا ہے۔ لیکن ایک حق پسند اور حقیقت شناس کے لئے بہت کچھ ہے۔ ہاں اگر کوئی سرسید کا نام لیوا اس کے متعلق کچھ لکھنے کی جرأت کرے۔ تو ہم انشاء اللہ اس موضوع پر تفصیل سے لکھنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں ؎

نظم نعتیہ و دُعائیہ

علامہ جلیل مولانا مولوی میر حامد شاہ صاحب احمدی

سکرٹری انجمن احمدیہ شہر سیالکوٹ

جسکو

خاکسار منشی محمد دلاور علی احمدی نے انجمن احمدیہ حیدرآباد کے اکیسویں سالانہ جلسہ مقررہ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ میں پڑھا

ہمیں حمد خدا میں چاہیئے رطب اللسان ہونا
پھر اسکے بعد محبوب خدا کا مدح خواں ہونا

بذکر پاک حق جو مطمئن دل لے کے بیٹھے ہیں
محمدؐ کا انہیں سجتا ہے بیشک نعت خواں ہونا

عیاں ہوتے ہیں جو یادِ نہانی میں نہاں ہوکر
انہیں ملتا ہے اس یارِ نہاں کا رازداں ہونا

کوئی عشقِ محمدؐ میں مخمر ہو تو وہ جانے
کہ ہوتا کسطرح ہے اوّلیٰ پیر و جواں ہونا

محمدؐ سب سے افضل ہے سب سے اعلیٰ سب سے اکمل ہے
ہے اسکی شان کے شایاں رسولِ انس و جاں ہونا

بہت اُمّت میں کامل ہو گئے اسکی اطاعت سے
مگر تھا ایک کا باقی مسیحائے زماں ہونا

بشارات اسکی آمد کی چلی آتی تھیں مدت سے
مگر آخر زمانہ میں مقدر تھا عیاں ہونا

خدا کی اس عنایت پر بھلا جائے شکایت کیا
لکھا تھا خیر اُمّت پر یہ فضل و امتناں ہونا

مقدّر جب یہ تھا پہلے سے ٹل جاتا بھلا کیونکر
کہ اُمّت سے مسیحا کا لکھا تھا ہم عناں ہونا

ملی یہ خیر و برکت ہم کو اس ختم نبوت سے
محمدؐ سے ہی تھا اُمّت میں یہ چشمہ رواں ہونا

کمالاتِ انبیاء سابقین کے ملگئے ہم کو
طفیل احمد مرسل تھا یہ نام و نشاں ہونا

زمینی سے ہزاروں آسمانی بنگئے ہم سے
کہ ثابت ہم پہ ہو جائے خدا کا مہرباں ہونا

خدا نے وقت پر اسلامیوں کی دستگیری کی
کہ ہم دردوں کا حد سے بڑھ گیا تھا نوحہ خواں ہونا

ہوئے ناراض اس نعمت سے عدم معرفت والے
پسند آیا انہیں اس خیر امت کا قادیاں ہونا

مسیح و مہدی امت سے کیوں انکار ہوتا ہے
ہے ثابت جب غلام بادشاہِ دو جہاں ہونا

محمد مصطفےٰ کی شان کے اظہار پر یارو
غلام احمدؐ کے حق میں چاہیئے کیوں بدزباں ہونا

حرج کیا گر غلاموں سے بنا ہے اک نبی اُمّت
نہیں اُمّت پہ اسکو چاہیئے ہرگز گراں ہونا

خدا کے کام بندوں سے نہیں رکتے کبھی سُن لو
نہیں اسمیں مناسب کچھ بھی اب شور و فغاں ہونا

جنھیں نورِ فراست ملگیا حق سے مبارک ہیں
انہیں شکر خدا میں چاہیئے عذب البیاں ہونا

مبارک اے دکن کے دوستو تم کو مبارک ہو
نظام خلد اللہ ملکہ کا پاسباں ہونا

تمہارے حق میں یہ مرد سلامت یا کرامت ہے
خدا کا فضل ہے اس کا تمہارا نگہباں ہونا

ملا ہے اسکو تحفہ ایک دربار خلافت سے
یہ اسی کے اثر سے ہے اس کا تم پر مہرباں ہونا

دُعا گو تم رہو دولت کے ہم آمین کہتے ہیں
خدا سے اسکی قسمت میں ہو فضل بیکراں ہونا

نظام مملکت میں تم ہو اخلاص مندی سے
مبارک ہو خدا سے اس کا تم پر حکمراں ہونا

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللهِ

الاسلام

اسلام کی ضرورت

اسلام کے اس دعوے کے "اسلام تمام جہان کے لوگوں کے لئے ہے" کی سچائی کے ثبوت کے لئے ان من امة الا خلا فیھا نذیر کو بطور دلیل پیش کرنے کے بعد اس سوال کا حل کرنا بھی ضروری ہے۔ کہ جب اسلام اپنے سے پہلے تمام نبیوں کو جو دوسرے ممالک اور قوموں میں گذر چکے ہیں سچا مانتا ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کیطرف سے خیال کرتا ہے۔ اور انکو برگزیدہ بندوں میں سے تصور کرتا ہے تو پھر اسلام انکی آوردہ تعلیموں کو بھی حق سمجھتا ہے۔ پس اگر وہ انہیں حق اور خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی تسلیم کرتا ہے تو پھر اسلام کے بھیجے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر وہ پہلی تعلیمیں سچی نہیں تو پھر ان کے لانے والے رسول بھی جھوٹے ہوئے۔ اور اسطرح اسلام کا وہ امتیاز کہ وہ تمام رسولوں کو سچا سمجھتا ہے مٹ گیا۔ اسلام اور دوسرے مذاہب میں کوئی فرق نہ رہا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اسلام ان تعلیموں کو جھوٹا نہیں کہتا۔ بلکہ قرآن شریف میں آتا ہے۔ مصدق لما معکم قرآن شریف اپنے سے پہلی تمام تعلیموں کا مصدق ہے۔ وہ انکو غلط اور ناراست خود بنا کر وہ قرار نہیں دیتا۔ بلکہ ان کا مبداء بھی خدا تعالیٰ ہی کو تسلیم کرتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ اگر اسلام ان تعلیموں کو سچا سمجھتا ہے۔ تو پھر اسلام کے آنے کی کیا ضرورت۔ کیا پہلی تعلیمیں کافی نہیں تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ بے شک پہلی تعلیمیں صحیح اور راست تھیں۔ جب وہ رسولوں کو دی گئیں لیکن ان میں مرور زمانہ کی وجہ سے تغیر و تبدل ہو گیا۔ اب اس قابل نہیں رہی ہیں کہ ایک طالب راہ ہدایت بذریعہ انکے اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکے۔ جس تک پہنچانے کے لئے یہ تعلیمیں بطور پیشرو کے تھیں۔ ایک عقلمند انسان اس بات کے ماننے کے لئے مجبور ہے کہ ان تعلیموں میں تغیر و تبدل ہوا ہے۔ کیونکہ وہ تعلیمیں خدا تعالیٰ کی صفات کے منافی ہیں۔ ان تعلیموں کے ماننے والے خدا تعالیٰ کی کئی صفات کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ انہوں نے ان تعلیموں پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو کئی صفات سے معطل قرار دیدیا ہے۔ غرض اس قدر وہ محرف مبدل ہوئی ہیں کہ وہ کسی طرح قابل قبول ہو ہی نہیں سکتیں۔ ہر ایک انسان اپنی اپنی جگہ خوب غور کر کے دیکھ سکتا ہے۔ آیا وہ تعلیمیں اللہ تعالیٰ کی صفات حسنہ کے برعکس ہیں یا نہیں۔ ہر ایک عقلمند انسان آریہ ہو یا عیسائی ہو۔ بدھ ہو یا مسلم ہو۔ غرض کوئی بھی خدا کا ماننے والا ہو یہ عقیدہ رکھتا ہے۔ اور دل سے مانتا ہے کہ وہ خدا جسے وہ خدا سمجھتا ہے۔ تمام صفات حسنہ کا جامع اور تمام نقائص اور کمزوریوں سے پاک ہے۔ تمام محامد اور تعریفیں اور بزرگیاں اور پاکیاں اُسی کے لئے ہیں۔ کوئی عیب اور کوئی کمزوری اس میں نہیں۔ جب ایک انسان اس بات کا قائل ہے کہ کسی قسم کا کوئی نقص خدا تعالےٰ میں نہیں وہ ظالم نہیں بے رحم نہیں۔ وہ وعدہ خلاف نہیں۔ اس میں کوئی کمزوری نہیں وہ بے علم نہیں علیم ہے۔ غیر سمیع نہیں۔ سمیع ہے۔ بے قدرت نہیں قادر ہے۔ پس جو تعلیم اس میں کوئی کمزوری روا رکھے۔ عالم نہیں بے علم کہے قادر نہیں بے قدرت ظاہر کرے۔ سمیع نہیں غیر سمیع بناوے۔ انکی ایسی صفات کا جو انکی ہستی کا ثبوت دیتی ہیں انکار کرے۔ مثلاً صفت تکلم۔ وہ تعلیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ تعلیم اس لئے بھیجتا ہے کہ اس کے ذریعے سے ہم اسکو شناخت کریں۔ اور انکی طرف اپنا ملجا و ماوا تلاش کریں لیکن جو تعلیم ہمیں انکی ہستی کا ثبوت ہی نہیں دیتی وہ ہمیں راہ ہدایت کیا دکھائے گی۔ پس جو تعلیم اللہ تعالیٰ کی صفات حسنہ کے برخلاف ہو۔ اس میں ضرور ضرور انسانی تصرف ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں رب العرش العظیم ہوں میں وہ ہستی ہوں جو باوجود اقرب من حبل الورید ہونے کے وراء الوراء ہوں۔ لیس کمثلہ شئی ہوں۔ پس جب اللہ تعالیٰ ایسی اعلےٰ شان کی ہستی ہے کہ وہ وراء الوراء ہے کوئی دوسری ہستی انکی مثل نہیں۔ ضروری ہو کہ وہ تعلیم جو اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے بھیجی ہو۔ وہ بھی اپنی بھیجنے والی کی شان کے مطابق اعلیٰ شان رکھتی ہو۔ کوئی انسانی تعلیم اس تعلیم کا مقابلہ نہ کر سکے وہ تمام نقائص سے پاک ہو اس پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ کی کسی صفت کا انکار نہ ہوتا ہو کوئی ایسی بات اختیار نہ کرنی پڑتی ہو جس سے اللہ تعالےٰ کی ذات میں کوئی کمزوری لازم آتی ہو۔ ایسی تعلیم ہونی چاہیئے جسکو ہم خدا تعالیٰ کیطرف سے کہہ سکتے ہیں لیکن قرآن شریف جو تعلیم دیتا ہے اس تعلیم کو چھوڑ کر جسقدر دنیا میں تعلیمیں ہیں اور انکو خدا تعالیٰ کی طرف سے کہا جاتا ہے وہ اسبات کا اظہار کر رہی ہیں کہ وہ اس اصول کے ماتحت محرف و مبدل ہو چکی ہیں۔ اور دوسرے ان تعلیموں کے محرف مبدل ہونے کا بڑا بھاری ثبوت یہ بھی ہے کہ وہ کتابیں جنمیں یہ تعلیمیں تھیں محرف مبدل ہو چکی ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی انجیل ملتی ہی نہیں۔ وید کی تعلیم میں ہزار ہا دیوتوں کو پکارا گیا ہے۔ توراۃ کا محرف مبدل ہونا انکی عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ غرض کسی مذہب کی کتاب نہیں جو محرف مبدل نہ ہو چکی ہو۔ پس جب ان تعلیموں کو محفوظ رکھنے والی کتابوں کا یہ حشر ہوا ہے تو پھر تعلیموں کے محرف مبدل ہونے میں کیا شک ہے۔ اسلئے جب پہلے تعلیمیں اپنی اصلی صورت پر قائم نہ رہیں پھر ایک ایسی تعلیم کی ضرورت ہوئی کہ جو دنیا میں اپنی اصلی حالت میں ہو۔ اور اسکے ذریعے خلق خدا راہ ہدایت پا کر خالق تک پہنچ سکے اسلئے پھر اللہ تعالیٰ نے ایسی جامع اور اکمل تعلیم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکر دین اسلام پر کھڑا کیا۔ رہا یہ سوال کہ اسلام کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنے سے پہلی تمام تعلیموں کا مُصدّق ہے لیکن جس صورت میں پہلی تعلیمیں محرف مبدل ہو چکیں تو پھر یہ مصدق ہونا کیسا؟ سو قرآن شریف نے اپنے اس مصدق ہونے کا ذکر کر دیا۔ فیھا کتب قیمہ۔ تمام کی تمام کتابیں جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آچکی ہیں۔ اور جو تعلیمیں انمیں تھیں وہ سب کی سب اور تعلیمیں قرآن شریف میں محفوظ ہیں۔ قرآن شریف ان سب کا جامع ہے اور یہ قرآن شریف کا ان تعلیموں کو اپنے اندر جمع کر لینا ان پہلی تمام تعلیموں کی تصدیق ہے۔ تصدیق دو طریق سے ہی ہوتی ہے۔ یا تو مصدق مصدوق کے تمام دعوؤں کو بے کم و کاست مان لے۔ اور انمیں کوئی کمی بیشی نکرے۔ لیکن قرآن شریف دوسری تعلیموں کا اسطرح مصدق نہیں کیونکہ وہ دوسری کتابوں کی بعض تعلیموں کی مختلف جگہ تردید کرتا ہے۔ اور انہیں غلط قرار دیتا ہے۔ اور دوسرا طریق تصدیق کا یہ ہے کہ مصدوق کی ہر ایک بات کو تسلیم نکیا جاوے۔ بلکہ جو درست ہے اسکو تسلیم کر لیا جائے اور جو غلط ہے اسکو جھٹلا دیا جائے جیسے ایک افسر اپنے ماتحت کی رپورٹ کی تصدیق کرتا ہے جسقدر حصہ درست ہوتا ہے وہ اُسے تسلیم کرتا ہے اور غلط کو کاٹ کر اپنے

چٹاگانگ میں تبلیغ سلسلہ احمدیہ

نمبر ۲

اس جگہ میں اپنی تقریر اور مولویوں کے اعتراضات بالاختصار درج کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو پتہ لگ جاوے کہ علماء کا آج کل کیا حال ہے۔ سچ فرمایا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رسول مقبول صلعم نے کہ مسیح کے وقت (یرفع العلم ویکثر الجھل) علم اٹھ جاویگا۔ اور جہل بہت کثرت سے پھیل جاویگا۔ ساتھ ہی فرمایا کہ قرآن پڑھینگے مگر ان کے حلقوں سے تجاوز نہیں کریگا اور پھر فرمایا شر من تحت ادیم السماء العلماء یعنی آسمان کے نیچے بدترین مخلوق علماء کا گروہ ہوگا۔ ان باتوں کی سچائی کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور لوگ روزمرہ مشاہدہ کر رہے ہیں۔ کاش کہ وہ صاحب علامات کو بھی پہچانیں آمین اسکے بعد اپنی تقریر کا خلاصہ درج کرنے سے پہلے میں اتنا بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ تقریر کے ابتداء کے وقت رات کے گیارہ بج چکے تھے اس واسطے یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ اس وقت مختصر طور پر ہم کچھ بولیں۔ اس کے بعد مولوی صاحبان اس پر اعتراض کریں۔ اور پھر دوسری رات ہم اپنے تمام مضمون کو ختم کریں اور ساتھ ہی ان کے اعتراضوں کے جواب دیں اس پر پھر وہ اعتراض کریں اسی طرح ہر رات دو دو تقریریں ہوتی رہیں یہاں تک یہ مباحثہ ختم ہو جاوے۔

وفات مسیح

چنانچہ میں نے تقریر شروع کی اور ابتداء میں اختصاراً وفات مسیح کے متعلق کچھ ذکر کیا گو مولوی صاحبان اس سے بہت گھبرائے۔ دوس[illegible] یہ بات ہمارے سوال سے خارج ہے۔ ہمارا سوال صرف صداقت مسیح کے متعلق ہے۔ لیکن میرے مدنظر چونکہ حاضرین کو سمجھانا تھا۔ اس لئے میں نے کہا کہ جو کچھ بھی میں کہوں وہ آپ کو سننا ہوگا جس قدر آپ اس پر اعتراض کر سکتے ہیں کریں میرے نزدیک صداقت مسیح کے لئے وفات مسیح بطور تمہید کے ہے۔ کیونکہ جب تک منصب خالی ہونا ثابت نہ ہو جاوے تب تک دوسرے کا اس منصب پر سرفراز ہونا ذہن نشین ہونا مشکل ہے قہر درویش بجان درویش۔ انکو یہ سننا ہی پڑا گو وہ بار بار اثناء گفتگو میں تلملاتے ہی رہے۔ میرا استدلال صرف ایک ہی آیت وہ کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شیئ شھید سے تھا۔ اور توفیتنی کے معنی کو حل کرنے کے لئے میں نے بخاری کی وہ حدیث پیش کی جس میں خود سرور کائنات رسول مقبول صلعم نے اپنی ذات مبارک پر اس آیت کو چسپاں کر کے اس کی تفسیر کر دی ہے اور پھر حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کا انعامی اشتہار پیش کیا۔ کہ اگر کوئی شخص توفی کے معنی جبکہ اس کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح چیز ہو۔ سوائے قبض روح کے کوئی اور دکھا دیوے تو اس کو دس ہزار روپیہ انعام دیا جاویگا۔

معیار صداقت

اس کے بعد میں نے صداقت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کے راستباز نبی ہونے کے متعلق قرآن شریف سے پانچ معیار پیش کئے جن کے بعد لوگوں نے کہا کہ اب ایک بج گیا ہے اس واسطے باقی تقریر کل ختم کیجاوے۔ اب ہم دوسرے فریق سے بھی کچھ سننا چاہتے ہیں اور وہ معیار یہ ہیں:-

تمہید

سب سے پہلے انکو بتایا کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت کوئی نیا دعویٰ نہیں بلکہ آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول ہو چکے ہیں اس لئے پہلے رسولوں کے حالات کے موجود ہوتے ہوئے آپ کی صداقت کو پہچاننا کوئی مشکل امر نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں کفار مکہ کو بھی قل ماکنت بدعا من الرسل کہکر اس طرف توجہ دلائی ہے۔

پھر آیت قل ارأیتم ان کان من عند اللہ ثم کفرتم بہ من اضل ممن ھو فی شقاق بعید کو پیش کر کے انکو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے دعویٰ پر غور کرنے [illegible] توجہ دلائی۔

پھر انکو بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کے سامنے چار دلائل رکھے ہیں اور وہی دلائل بعینہ حضرت مرزا صاحب میں پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اگر حضرت نبی کریم صلعم کا دعویٰ سچا ہے اور یقیناً سچا ہے۔ تو پھر حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ بھی سچا ہے۔ ورنہ تمہیں حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت سے بھی انکار کرنا پڑیگا۔ اور وہ دلائل یہ ہیں:-

پہلی دلیل

(۱) قل لو شاء اللہ ما تلوتہ علیکم ولا ادراکم بہ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بآیاتہ انہ لا یفلح المجرمون۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلعم کی دعویٰ نبوت سے پہلی زندگی کے بے عیب ہونے کو ان کی صداقت کی دلیل ٹھہرایا ہے۔ کیونکہ جس انسان نے چالیس برس تک کبھی کسی انسان پر بھی جھوٹ نہ بولا ہو۔ اس میں یہ دلیری کبھی پیدا نہیں ہو سکتی کہ وہ یک لخت خدا پر جھوٹ بولنا شروع کر دے اور ساتھ ہی اس آیت میں فرمایا کہ اگر وہ جھوٹ بولے بھی تو وہ مجرم ہے اور مجرم کبھی کامیاب نہیں ہوا کرتا۔ اور اگر سچا ہے تو اس کے منکر اپنی کوششوں میں کبھی کامیاب نہیں ہونگے۔

اب حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت سے اپنی پہلی زندگی کے بے عیب ہونے کا بڑی تحدی سے دعویٰ کیا ہے اور لوگوں کو بڑے زور سے چیلنج دیا ہے کہ کوئی کسی قسم کا عیب میری زندگی میں نکال دے۔ اس وقت تک آپ کے سخت [illegible] سخت دشمن بھی کسی قسم کا دھبہ آپ کی زندگی پر نہیں لگا سکے اور ساتھ ہی آپ کامیاب ہوئے اور آپ کے مخالف اپنی تمام کوششوں میں جو انہوں نے آپ کے سلسلہ کو مٹانے کے لئے کیں ناکام رہے۔ اس لئے آپ بھی حضرت نبی کریم صلعم کی طرح راستباز رسول ہیں:-

دوسری دلیل

(۲) تنزیل من رب العالمین ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین

فما منکم من احد عنہ حاجزین۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے بتایا ہے۔ کہ جھوٹا مدعی ہلاک کر دیا جاتا ہے اب ہم نبی کریم صلعم کی عمر کو جو دعویٰ نبوت دیکھتے ہیں تو کل ۲۳ برس پاتے ہیں۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کی عمر تئیس سال سے بھی زیادہ تھی اس لئے آپکا دعویٰ کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ الا حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت بھی مشتبہ ہو جاویگی۔

تیسری دلیل

(۳) عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدًا

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے عالم الغیب ہونیکا دعویٰ کیا ہے اور اس کا ثبوت یہ دیا ہے کہ وہ رسولوں پر کثرت سے اظہار غیب کیا کرتا ہے۔ ان غیبوں کا پورا ہونا خدا کی ہستی اور اس مدعی کے راستباز ہونے کی بین دلیل ہوتی ہے چنانچہ اس معیار کے مطابق حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت بڑے بڑے غیب پیش کئے گئے اور بتایا گیا کہ دیکھو کس طرح یہ پوری ہوئی بنگالہ کی پیشگوئی۔ ترکوں کا مغلوب ہونے کے بعد پھر ادنی الارض میں غالب ہونا۔ طاعون کا آنا۔ یاتون من کل فج عمیق ویاتیک من کل فج عمیق۔ نری نسلاً بعیدًا۔ حان ان تعان وتعرف بین الناس وغیرہ وغیرہ پیشگوئیوں کا ذکر کیا۔

چوتھی دلیل

(۴) ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین فان لم یستجیبوا لکم فاعلموا انما انزل بعلم اللہ وان لا الٰہ الا ہو فہل انتم مسلمون۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت کو آپ کی صداقت میں پیش کیا ہے اور کفار کو چیلنج دیا ہے کہ اگر یہ خدا کی طرف سے نہیں تو اس کی مثل دس سورتیں بنا لاؤ اور پھر فرمایا کہ اگر اس چیلنج کا جواب نہ دیں تو پھر یقین کر لو کہ یہ اللہ تعالےٰ کے علم سے اتاری گئی ہے۔ اگر انسانی علم کا نتیجہ ہوتی تو ضرور اس کا مقابلہ انسان کر لیتا خدائی علم کا مقابلہ ہی مشکل ہے

اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عربی زبان سکھلائی ہے چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ میری جیسی عربی بھی کوئی نہیں لکھ سکتا چنانچہ ساری دنیا کو چیلنج دیا مگر کوئی بھی مقابلہ کے لئے نہ نکلا۔

پانچواں معیار یہ پیش کیا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طوفان سے خبر دی اور پھر واصنع الفلک کا حکم دیا اور پھر اس کے بعد فرمایا۔ فاخذہم الطوفان وہم ظالمون فانجیناہ واصحاب السفینۃ وجعلناھا ایۃ للعالمین۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کی کشتی کو ایک عظیم الشان نشان قرار دیا ہے۔

اسی طرح حضرت مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے طاعون کے زبردست طوفان سے آگاہ کیا اور پھر فرمایا وسع مکانک اور ساتھ ہی فرمایا انی احافظ کل من فی الدار جب کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی باوجود اس کے کہ کشتی پانی سے بچنے کا ایک ذریعہ ہے نشان ہو سکتی ہے تو حضرت مرزا صاحب کا گھر کیوں اللہ تعالیٰ کا نشان نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ تو بدرجہ اولیٰ ہے۔ کیونکہ کسی کا گھر طاعون سے بچنے کا ذریعہ کبھی نہیں ہو سکتا یہ پانچ معیار تھے جو اس وقت ہم نے پیش کئے اس پر مولوی صاحب نے جو اعتراض کئے وہ بھی سن لیجئے۔

مخالفوں کے اعتراضات کا جواب

پہلی دلیل کے متعلق تو یہ اعتراض کیا کہ کیا حضرت عمرؓ نے کبھی جھوٹ بولا تھا ہمارے ملک میں کرامت علی نے کبھی جھوٹ نہیں بولا پھر وہ کیوں نبی نہ ہو گئے۔

حالانکہ اعتراض کرتے وقت اتنا غور نہ کیا کہ یہ دلیل تو قرآن شریف نے حضرت نبی کریم صلعم کی رسالت کی صداقت میں دی ہے۔ اگر یہ اعتراض حضرت مرزا صاحب پر آپ کرتے ہیں تو کیا یہی اعتراض پھر حضرت نبی کریم صلعم پر نہیں پڑتا ہے۔

اگر یہ اعتراض صحیح ہے تو گویا خدا نے نعوذ باللہ غلط دلیل دی۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو بہت پختہ عقلی دلیل دی ہے۔ مگر خود مولوی صاحبان کی عقل ہی مسخ ہوئی ہوئی تھی۔ اس لئے ان کے لئے سمجھنا مشکل تھا۔ حالانکہ بات کیسی صاف تھی آیت میں یہ تو نہیں لکھا کہ جو جھوٹ نہ بولنے والا نبی ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کے عکس فرمایا ہے کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے اس کی پہلی زندگی پر غور کرو۔ اگر وہ بے عیب ثابت ہو جاوے اور یقینی طور پر متحقق ہو جاوے کہ اس نے کبھی کسی انسان پر جھوٹ نہیں بولا تو وہ بیشک اپنے اس دعویٰ میں بھی راستباز ہے۔

اور پھر حضرت عمرؓ اور کرامت علی وغیرہ نے کبھی نبوت کا دعویٰ ہی نہیں کیا اور نہ ہی اپنی راستبازی کے متعلق اس قدر تحدی کی جس طرح کہ انبیاء کرتے ہیں۔ اور نہ ہی ان کی زندگیوں کی کسی نے کبھی پڑتال کی جس طرح انبیاء کی زندگیوں کی کیجاتی ہے۔

دوسری دلیل لو تقول والی کو آپ بالکل چھوڑ ہی گئے اس کو چھوا تک بھی نہیں۔

تیسری دلیل عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول پر یہ اعتراض کیا کہ اولیاء نے بھی پیشگوئیاں کیں ہیں اور وہ پوری ہوئیں حضرت عمرؓ نے یا ساریۃ الجبل کہا یہ کیوں نبی نہ ہو گئے۔

اور پھر خود ہی اپنے سابق کلام کے متضاد کہتے ہیں۔ کہ قرآن میں تو ہے لا یعلم الغیب الا اللہ جو غیب دانی کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔

خدا جانے اعتراض کرتے وقت مولوی صاحب کی عقل کہاں چلی جاتی تھی۔

ہم نے تو وہ آیت پیش کی ہے جس میں صاف لکھا ہے کہ نبی کے سوائے اور کسی کو اظہار علی الغیب نہیں ہوا کرتا آپ کہتے ہیں۔ نہیں غیر نبی بھی غیب بتاتے ہیں تو گویا یہ اعتراض ہم پر نہ ہوا۔ بلکہ خود قرآن مجید پر ہوا جو اس امر کا مدعی ہے۔

اصل میں اولیاء کی پیشگوئیوں اور خدا کے کلام میں کوئی تناقض نہیں۔ قصور ہے تو مولوی صاحب کی عقل ہی کا ہے۔ جس نے حق پر غور نہ کرنے کا عہد کیا ہوا ہے۔ اگر مولوی صاحب اظہار علی الغیب اور فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدًا کے لفظ پر غور

کرتے تو انکو صاف پتہ لگ جاتا کہ کثرت سے [illegible] صادق اور بین امور غیبیہ پر اطلاع سوائے نبی اور رسول کے اور کسی کو نہیں ہو سکتی اور اس کو ہم نے کھولکر اپنی تقریر میں بیان کر دیا تھا۔ لیکن تعصب کی وجہ سے مولوی صاحب اس کو توجہ سے سن بھی نہ سکے۔

صرف چند پیشگوئیوں سے کوئی شخص نبی یا رسول نہیں بن سکتا چوتھی دلیل جو عربی دانی کے معجزہ کے متعلق تھی اس پر جو دو اعتراض آپنے کئے ان میں سے دوسرا خاص طور پر قابل سننے کے ہے۔

پہلا تو یہ تھا کہ متنبی بھی بڑا فصیح لکھنے والا تھا۔ حالانکہ متنبی نے نہ کبھی تحدی کی اور نہ ہی اپنی فوقیت کا کبھی دعوی کیا۔ بلکہ کئی دفعہ اپنے ہم عصر شعراء سے ذکیں بھی اٹھائیں
دوسرا اعتراض آپنے یہ کیا کہ مرزا صاحب قادیان میں پیدا ہوئے قادیانی زبان میں کیوں معجزہ نہ دکھلایا عربی زبان میں کیوں دکھلایا۔ پھر آپ ہی کچھ فرض کرکے اس پر اعتراض جماتے ہیں فرماتے ہیں اگر قادیانی زبان میں معجزہ دکھلایا ہوتا تو ضرور احمدی مقرر اس کو پیش کرتے اور اگر اب پیش کریں تو معلوم ہوا کہ اپنے پاس سے بنا کر کہتے ہیں حقیقت میں نہیں۔ میرے خیال میں اس اعتراض پر کچھ لکھنا وقت کا ضائع کرنا ہی ہے۔ ناظرین کرام خود اس کی لغویت کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

پانچویں معیار پر آپنے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

وفات مسیح کے متعلق اعتراض

اس کے بعد وفات مسیح کے متعلق آپ فرمانے لگے کہ احمدی لوگ وفات مسیح کو چھیڑ دیتے ہیں کیونکہ ہمارے لئے حیات مسیح کو ثابت کرنا مشکل ہے خصوصاً نو تعلیم یافتہ لوگوں کے سامنے۔ کیونکہ وہ تو آسمان کے وجود کے ہی قائل نہیں ہم یہ کس طرح ثابت کریں کہ مسیح آسمان پر زندہ اٹھایا گیا۔

اعتراض۔ لیکن تاہم جب آپ انی متوفیک پر زور دیتے ہیں۔ تو رافعک کے کیا معنی ہیں رفع کی کیا ضرورت تھی۔ رفع کے معنے کہیں لغت میں موت کے ہیں؟ و ما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبہ لہم اور بل رفعہ اللہ الیہ رفع کا استعمال زیادہ ہوا ہے بل اضراب کے لئے ہے اگر روح کو اٹھالیا تو روح کیا چیز ہے خدا کی طرف اٹھانے کے کیا معنے ہیں۔ خدا کہاں بیٹھا ہوا ہے۔

جواب۔ میں نے تو جناب کہیں بھی متوفیک پر زور نہیں دیا نہ ذکر کیا بلکہ اس آیت کا اپنی تقریر میں ذکر تک بھی نہیں کیا جس آیت سے میں نے استدلال کیا تھا اس کو آپنے چھیڑا تک بھی نہیں۔ نہ ہی میں نے رفع کے معنے موت کے کئے ہیں جو آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ رفع کے معنی موت کس لغت میں لکھے ہیں۔ باقی جسقدر سوال روح کا اٹھالینا۔ خدا کا کہاں بیٹھنا۔ روح کے اٹھانے کے کیا معنے یہ سب سوالات آپکے لئے ہوئے مضمون پر پڑتے ہیں ہم تو رفع الی اللہ کے معنی تقریب الی اللہ کے کہتے ہیں اور یہی معنی لغت میں لکھے ہیں رفعہ الی السلطان قربہ . الرافع من اسماء اللہ تعالی یرفع المومن بالاسعاد و اولیاءہ بالتقریب۔

رفع کے ذکر کی ضرورت اس واسطے تھی کہ یہود انکو صلیب پر مار کر ملعون ثابت کرنا چاہتے تھے اللہ تعالے نے ان سے وعدہ کیا کہ تم کو اپنا مقرب بنائینگے۔

ان کے علاوہ جس قدر اعتراضات آپنے کئے وہ میری تقریر سے خارج تھے ہاں پیشگوئیوں کے متعلق آپنے اتنا کہا کہ ہم تو یہاں چھانگا مانگا میں رہتے ہیں ہم کس طرح جانیں کہ آپ کی روایت صحیح ہے یا غلط اس لئے کوئی خدائی معقولی دلیل دو۔

مولوی صاحب نے افسوس اس اعتراض کے کرتے ہوئے اتنا بھی نہ سوچا کہ اگر یہی اعتراض اسلام کے متعلق کوئی غیر مسلم آپ پر کرے تو آپ اس کا کیا جواب دینگے۔ کیا اسلام کو بالکل چھوڑ دینگے کیونکہ سارا اسلام تو روایات سے ہی پہنچا ہے اور آپکے نزدیک روایات کا کوئی اعتبار ہی نہیں
مولوی صاحب آپنے تو شروع تقریر میں کہا تھا کہ ہم بیس سال سے احمدی لٹریچر کا مطالعہ کر رہے ہیں کیا یہ پیشگوئیاں جن کا ذکر میں نے [illegible] کیا تھا آپ کی نظر سے نہیں گذریں۔ ہماری محض روایات ہی نہیں۔ بلکہ ہم دنیا دوست و دشمن کی کتب میں قبل از وقوع یہ پیشگوئیاں شائع ہو چکی تھیں اور اب تک بمع تاریخ کے موجود ہیں۔ ایسی حالت میں ان کا منکر عین نصف النہار میں سورج کا منکر ہے جبکہ اس کی شعاعیں اس کے سر پر پڑ کر اس کو جلا رہی ہوں

اعتراض پھر آپنے فرمایا کہ میرے مرشد ۳۰ یا ۴۰ سال کعبہ میں ستون کے ساتھ لگے رہے ساری عمر مجاور رہے وہ کیوں نبی نہ ہو گئے۔ مولوی صاحب اسی واسطے تو نبی نہ ہوئے کہ انہوں نے خدا کے احکام کے خلاف کیا لا رھبانیۃ فی الاسلام کو کیا بھول گئے ہو۔ لوگوں کا اسلامی تعلیم سے نکلکر نئی نئی بدعات نکالنا ہی اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ایسے شخص کی ضرورت ہے جو اسلام کی صحیح تعلیم پر لوگوں کو ملائے۔

اعتراض صحابہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تھے انہوں نے نبوت کا دعوی کیوں نہیں کیا انکو چھوڑ کر کسی اور کو ماننا تو نہیں لکھا اگر کہو کہ مر گئے ہیں تو پھر مرزا صاحب کو کیوں مانیں اگر کہیں کہ صاحبزادہ صاحب مسیح ہیں تو یہ وراثت تو نہیں۔

مولوی صاحب آپ تو کہتے ہیں کہ صحابہ کو چھوڑ کر اور کسی کو ماننا تو نہیں لکھا۔ میں آپسے یہ پوچھتا ہوں کہ صحابہ پر ایمان لانا کہاں لکھا ہے۔ ہاں یہ تو لکھا ہے۔ کہ ان تو منوا باللہ و رسلہ مرزا صاحب کو مرزا صاحب کی حیثیت میں کیوں دیکھتے ہو رسول ہونے کی حیثیت سے دیکھیں جب ان کا رسول ہونا ثابت ہو جاوے تو ان پر ایمان لانا فرض ہے ورنہ اسلام سے خارج اور یہ کہاں لکھا ہے کہ نبی کے فوت ہو جانے کے بعد اس پر ایمان باطل ہو جاتا ہے باقی سب آپ ہی کے فرض ہیں ہم نے ان کے متعلق کچھ نہیں کہا اس لئے ان کے جواب کی ضرورت نہیں

اعتراض۔ تمام انبیاء ایشیاء کوچک میں آئے اور نبی کریم صلعم عرب میں آئے اس لئے مرزا صاحب

یا توعرب میں ہوتے یا ایشیا کوچک میں ؛

جواب۔ دیکھا مولوی صاحب آپ قرآن شریف سے کس قدر دور پڑے ہوئے ہیں ۔قرآن شریف اٹھائیے اور دیکھئے اس میں کیا لکھا ہے ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ ولکل قوم ھاد منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک۔ کیا ایشیا ئے کوچک یا عرب کے سوائے اور کسی جگہ کوئی امت یا کوئی قوم نہ بستی تھی ۔ پھر حضرت آدم کی نسبت بھی لوگوں کا خیال ہے کہ ہند میں ہوئے اس لئے آخری آدم یعنی مسیح موعود کا بمناسبت کے لئے ہند میں ظاہر ہونا ضروری تھا بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو مسیح موعود کے لئے تو ہند ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں وہ ظاہر ہو سکتے ہیں کیونکہ مسیح موعود کا کام تو یہ لکھا ہے ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ اب تمام ادیان پر اسلام کو تب ہی غالب کر دکھائیگا اگر ان کا وجود بھی ہوگا۔ اب دیکھلو سوائے ہند کے اور کسی جگہ تمام ادیان نہیں پائے جاتے۔ اس لئے مسیح موعود کا نزول سوائے ہند کے اور کسی جگہ نہیں ہو سکتا ؛

اعتراض۔ مرزا صاحب صادق نہیں ہو سکتے جب تک کہ اہل مکہ سے اپنی صداقت کا فتویٰ نہ لائیں ؟

جواب۔ مولوی صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے تین طریق ہیں + یا تو احادیث میں جو علامات آئی ہیں ان کو مرزا صاحب کے وجود پر چسپان کر کے دکھا دیا جائے ۔آپ تبلائیں کہ مسیح کی علامات میں کہیں یہ بھی لکھا ہے ۔کہ مسیح مکہ کے علماء سے فتویٰ لائیگا تو پھر اس کو ماننا بلکہ وہاں تو اس کے خلاف یہ لکھا ہے شر من تحت ادیم السماء العلماء۔ دوسرا طریق قرآن شریف سے صداقت کے معیار دکھا کر انکو مرزا صاحب میں دکھا یا جاوے اب تبلاؤ کہ صادقوں کی صداقت کے پہچاننے کا کہیں یہ بھی معیار لکھا ہے کہ اس کو مکہ کے علماء اگر فتویٰ دیں تو وہ مامور ہوگا تیسرا طریق عقلی دلائل ہیں تو کیا عقل اسبات کو چاہتی ہے کہ صادق بغیر مکہ کے علماء کے فتوی لئے بغیر صادق نہیں ہو سکتا ؛

پھر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ مسیح علماء کا محتاج ہوگا یا علماء مسیح کے محتاج ہونگے وہ امام ہوگا یا وہ اس کے امام ہونگے ۔حکم عدل علماء کی صفت میں ہے یا مسیح کی شان میں ؛ ذرا سوچکر جواب دیں

اعتراض۔ مکہ میں چار مصلے ہیں اگر مرزا صاحب سچے ہوتے تو پانچواں مصلے اپنا بنواتے ؛

جواب۔ مجھے تو مولوی صاحب کے علم پر بار بار حیرت آتی ہے ۔مولوی صاحب پہلے آپ چار مصلوں کا شرعی ہونا تو ثابت کریں ۔کیا ان چار مصلوں کا وجود مسلمانوں کی وحدت پر دلالت کرتا ہے یا ان کے تفرق پر کیا مسیح موعود اس اختلاف کو مٹانے آئیگا یا بڑھانے جناب من مسیح موعود کا تو یہ کام ہے کہ وہ اسلام کو اس اپنی اصلی پہلی حالت پر قائم کرے جس پر کہ نبی کریم صلعم اس کو چھوڑ کر گئے تھے ۔ چنانچہ اسی کے لئے ہم کوشاں ہیں اور خدا کے فضل سے کامیاب ہو رہے ہیں ۔یہ تھے مولوی صاحب کے اعتراضات جن کو میں نے معہ مختصر جوابوں کے شائع کر دیا ؛

دعوت الی الخیر

لنڈن میں تبلیغ احمدیت

جناب قاضی محمد عبداللہ صاحب بی اے بی ٹی کی چٹھی

کا خلاصہ یہ ہے

آجکل کے مسلمان ایک اور ہندوستانی بیرسٹر ہیں ان کو ریویو کے بعض نمبر بھیجے تھے ۔جس کے جواب میں انہوں نے ایک خط بھیجا ۔جس کے جواب میں میں نے اپنے سلسلہ کے اعتراض مفصل لکھ دیئے ہیں ۔ اور لکھا ہے کہ اگر آپ لوگ ہمارے سلسلہ کے ساتھ مل جاویں جو باقاعدہ طور سے ایک امام کے ماتحت کام کرتا ہے ۔ تو آہستہ آہستہ انشاء اللہ تعالیٰ سب باتیں جو آپکے زیر نظر ہیں وہ بھی ہو جاوینگی ۔کیونکہ ہم دن بدن ترقی کر رہے ہیں ۔خدائی مدد ہمارے ساتھ ہے ۔ اور خدا تعالیٰ کا اب ارادہ ہو چکا ہے کہ حق کو ظاہر کرے ۔ اور کر رہا ہے ۔ورنہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ریویو میں دو مختلف قسم کے اغراض شائع کئے جائیں ۔اس وقت بڑا کام وہ ہے جو ہم کر رہے ہیں ۔اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم کامیابی کی سڑک پر ہیں ۔بہتر یہی ہے کہ ہمارے ساتھ بلکہ اسی طریق سے کام اختیار کرو جس طرح سے خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں پسند کیا ہے ۔دو اور مسلمانوں سے ملاقات ہوئی ۔ایک ڈبلن میں بیرسٹری کی تعلیم پاتا ہے ۔ اور دوسرا کیمبرج میں ۔حضرت مسیح موعود کی دعاوی اور نشانات کے متعلق دیر تک گفتگو ہوتی رہی ۔اول ان کو ڈوئی کی بابت پیشگوئی کا حال سنایا ۔جو اس نے دلچسپی سے سنا ۔دوسرے صاحب اسلام سے بالکل ناواقف ہیں اور الہام اور پیشگوئی کو نہایت ہی استہزا کی نظر سے دیکھتے ہیں ۔ حضرت صاحب کی پیشگوئی بابت لڑائی وغیرہ پر اعتراض کیا کہ یہ تو جنگ ضرور ہونا ہی تھا ہر ایک بچے کو بھی معلوم تھا ۔وغیرہ ۔اور پھر کہا کہ میں اگر کوئی مذہب اختیار کرونگا تو (دہریہ) دوسرے نے بھی یہی کہ دیا ۔بڑا افسوس ہوا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون جب مسلمانوں کے بچوں کا یہ حال ہے ۔ تو غیر مسلموں کو کیا الزام جو صدیوں سے اس کیچہ سے ناآشنا رہے ہیں ۔

ڈاکٹر اقبال اور خواجہ صاحب

یہ کئی مہینے کی بات ہے۔ جبکہ خواجہ صاحب کا ایک لیکچر اسلام اور یورپ کے مذاہب پر تھا جس کے پریزیڈنٹ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب تھے۔ جو باتیں میں نے ڈاکٹر صاحب سے لکچر کے بعد گھر جاتے ہوئے سنیں محفوظ کر لی تھیں۔ اور اب انکی نقل آپکی خدمت میں ارسال کرتا ہوں۔ اس وقت کئی ایک گریجوایٹ یا طالب علم ان کے ساتھ ہے۔ اور خاکسار اور مولوی × × × × ایم۔ اے بھی پیچھے پیچھے ساتھ تھے۔

جنٹلمین۔ آپنے خواجہ صاحب کی تقریر سنی تھی۔ بہت اچھی تھی خوب

ڈاکٹر صاحب۔ خواجہ صاحب نے (Rationalism) راشنلزم اور پوزیٹیزم (نہیں معلوم درست لفظ کیا ہے ناقل) کے متعلق اپنی ناواقفیت کا ثبوت دوران لیکچر میں دیا ہے میں تو حیران تھا کہ یہ شخص کس طرح انگلینڈ کی سوسائٹی کے سامنے اور کیمبرج وغیرہ میں لکچر دیتا ہوگا۔ وہ ہنستے ہونگے۔ اور اٹھ کر چلے جاتے ہونگے۔ خواجہ صاحب کوئی بڑے قابل آدمی نہیں ہیں۔ ہاں یورپ میں اور کچھ اِدھر اُدھر پھرنے سے ان کی نظر وسیع ہو گئی ہے۔ اور کچھ آ گیا ہے۔ پھر اختلاف سلسلہ کا ذکر شروع ہو گیا۔ تو لاہوری پارٹی کا ذکر فرما کر ڈاکٹر صاحب نے یہ انگریزی کا جملہ فرمایا:-

They are drifting away

اور پھر فرمایا۔ احمدیت سے دُور ہوتے جاتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو صرف مجدد ہی ماننے لگ گئے ہیں جو کہ مرزا صاحب کا ابتدائی دعوے تھا۔ اور ایک دن یہ بھی چھوڑ دینگے اور قادیانی پارٹی کے متعلق فرمایا:-

They are consistent

یعنی وہ اسی طرح قائم ہیں۔

لاہوری پارٹی مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتی۔ حالانکہ مرزا صاحب نے واقعی لکھا ہے کہ میں نبی ہوں۔ پیغام۔ کے تازہ پرچہ میں انھوں نے نبی کا لفظ استعمال ہی نہیں کیا۔ اور اس لفظ کو انھوں نے مرزا صاحب کے لئے استعمال کرنا ترک کر دیا ہے۔

پھر اس کے بعد مرزا صاحب کی تعلیم کا ذکر شروع ہو گیا۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مرزا صاحب نے واقعی معلوم ہوتا ہے کہ اور سادہ تعلیم دی ہے۔ ان صوفی اور مولوی ملانوں کی طرح نہیں کہ جنھوں نے اسلام کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ پھر صوفی لوگوں کا ذکر شروع ہوا۔ فرمایا۔ یہ صوفی لوگ اوروں کو تو کہتے ہیں کہ دنیا کو چھوڑ دو مگر خود نہیں چھوڑتے۔ × × × صاحب وغیرہ اور انکے اپنے لئے بمبئی سے قالین اور سامان برابر چلا آ رہا ہے۔ ایسے ہی لوگوں نے اسلام کو خراب کیا ہے۔

پھر سلسلہ کلام بدلا۔ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ کہیں خواجہ صاحب اسطرح سے لیکچر دے دے کر لوگوں کو احمدیت کی طرف مائل نہ کریں۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:- پبلک ایسی بیوقوف نہیں ہے۔ جو انکی باتوں میں پھنس جائے۔

پھر سلسلہ کلام بدلا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مرزا صاحب نے یہ کمال کیا ہے کہ اپنے مُریدوں کو قرآن شریف پر تدبر کرنے کی طرف لگا دیا ہے۔ اور مرزا صاحب نے بہت کچھ قرآن شریف سے ہی بیان کیا ہے۔ اور ایسے طریق پر بیان کیا ہے یہ نہیں کہ سمجھ میں نہ آوے۔ اور جو کچھ خواجہ صاحب نے اس سے پہلے لکچر میں بیان کیا تھا۔ سب کچھ ان کا ملفیں ہے۔

پھر اس کے بعد حافظ شیرازی کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ اور بعد میں کہا کہ میں نے جھوٹے مدعی نبوت پر کتاب لکھی تھی۔ مگر جب پھر پڑھا تو پھاڑ دی۔ اسواسطے کہ لوگ اسکو پڑھ کر جھوٹی نبوت کا دعوے نہ کرنے لگ جائیں۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا۔ اور پھر ان کے بعد میں اور بہت لوگوں نے جھوٹے دعوے شروع کر دئے۔ اور پھر بعد میں لکھا۔ کہ میں ایک کتاب لکھنی چاہتا ہوں۔ اور وہ میرے مرنے کے ۲۰ یا ۳۰ برس بعد چھپے۔

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اپنی کمر میں درد بیان کیا اور اپنے مکان میں چلے گئے۔

اخیر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ میں ڈاکٹر صاحب کے اصل الفاظ کو بجنسہ درج نہیں کر سکا۔ اگرچہ کوشش بہت کی ہے کیونکہ اگلے روز ہی محفوظ کئے گئے تھے۔ تاہم مفہوم میں فرق نہیں آنے دیا۔

(رپورٹر)

ایک مبلغ احمدیت کی تقریر

"خلاصہ جو سکرٹری انجمن احمدیہ ملتان نے بھجوایا" (ایڈیٹر)

قاضی سید محمد لطیف صاحب نے سورہ فاتحہ پڑھ کر فرمایا۔ کہ انسان کی اصل غرض دنیا میں پیدا ہونے کی کیا ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ کہ انسان محض خدا کی معرفت حاصل کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تاکہ وہ انعام جو خداوند تعالیٰ نے انسان کے لئے ودیعت کر رکھے ہیں۔ پا لیوے۔ اور مالک حقیقی کو شناخت کر کے اسکے حسن و احسان پر آگاہ ہو کر اسکی ذات میں اپنے آپ کو فنا کر دیوے۔ اور ابدی زندگی حاصل کرے۔ مگر انسان کے ساتھ طرح طرح کے عوارض نفسانی لگے ہوئے ہیں۔ جب کبھی انسان اپنے اصلی مقصد کو بھول کر اس فانی زندگی میں دل لگا لیتا ہے۔ اور اپنی نفسانی خواہشات کا پورا کرنا ہی اپنا اصل مقصد خیال کرتا ہے تو وہ خدا جو رُوح اور مادہ کی ربوبیت کرتا ہے اسکی صفت ربوبیت جوش میں آتی ہے تا جس غرض کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔ اسکو یاد دلایا جائے۔ اور وہ قوتے جو خدا کے قرب کو حاصل کرنے کے لئے اس میں رکھی گئے ہیں۔ ان پر سے خواہشات نفسانی کا پردہ اٹھا کر انکی ربوبیت کی جائے۔ تو وہ رحیم کریم جو ازل سے اپنے بندوں کے لئے ماں سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ اپنی طرف سے ایک ہادی بھیجتا ہے۔ جو اصل مقصد سے دور شدہ مخلوق کو اس اصل مقصد کی طرف لانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور وہ خود ایک نمونہ ہوتا ہے۔ سو خداوند تعالیٰ نے اس چودھویں زمانے میں جبکہ زمانہ ظہر الفساد فی البر والبحر کا مصداق ہو چکا تھا۔ ایک ہادی کو بھیجا۔ سو اس خدا کے برگزیدہ نے اس وقت جب کہ دنیا اپنے مالک حقیقی سے دور جا پڑی تھی۔ پھر اس چشمہ توحید پر جمع کرنے کے لئے مخلوق کو پکارا۔ جبکہ انسان نے دنیا کو اپنا معبود قرار دے رکھا تھا سو اس وقت مبارک ہو وہ انسان جس نے اس مقصد کو شناخت کیا۔ اور اسکے پیچھے ہو لیا۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں

انسان کی پیدائش کی اصل غرض یہی ہے کہ اپنے مالک حقیقی کی معرفت حاصل کرے۔ سو جس نے اسکی اطاعت کی۔ وہ بامراد ہؤا۔ معرفت کے متعلق کہ وہ کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم نے ہم کو بتلایا ہے۔ فلینظر الانسان الی طعامه۔ انسان کو اپنے کھانے کی طرف دیکھنا چاہیئے۔ کہ ایک بیج جب تک اپنے اوپر ہزارہا قسم کی فناؤں کو وارد نہیں کر لیتا۔ وہ اس قابل نہیں ہوتا۔ کہ اعلےٰ ہستی (انسان) جو احسن الخالقین ہے۔ اس کا جزو بدن بنے۔ تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ انسان جو وراء الوراء ہستی کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہے۔ تو بغیر کسی فنا کے حاصل کر سکے۔ سو انسان کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ اس بیج کی طرح اپنے اوپر ہزارہا قسم کی فنائیں وارد کرے یہاں تک کہ اسکی کوئی خواہش اپنی خواہش نہ رہے۔ اسکی ہر ایک سکون و حرکت خدا کے لئے ہو جائے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں آیا۔ کہ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین۔ میرا کھانا اور پینا اور زندہ رہنا اور مرنا خدا ہی کے لئے ہے۔ پس جب انسان اس مقام تک پہنچ گیا تو محبوبان الٰہی میں سے ہو گیا۔ اور وہ ان لوگوں میں سے ہو گیا۔ جو فنا فی اللہ و فنا فی الرسول کے مقام تک پہنچتے ہیں۔ اور جب انسان اس مقام تک پہنچتا ہے۔ تو وہ حقیقی معنوں میں اپنے مالک حقیقی کی تعریف کرتا ہے۔ اور اسکی زبان پر یہ جاری ہے کہ کہے۔ الحمد لله رب العالمین یہاں تک کہ خود خداوند تعالیٰ اسکی حمد کرتا ہے۔ سو خدا کے برگزیدہ نبی اس مقام تک پہنچانے کے لئے آتے ہیں۔ مگر پہلے اس کے کہ وہ مخلوق کو پہنچائیں وہ خود پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ سو اس وقت وہ لوگ جو خدائے تعالیٰ کے برگزیدہ رسول جری اللہ فی حلل الانبیاء کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوتے ہیں۔ ان کو شناخت کرنا چاہیئے۔ کہ یہ وقت خداوند تعالیٰ کی حمد کرنے کا وقت ہے۔ جس وقت کہ تمام دنیا حمد الٰہی سے دست بردار ہو چکی تھی۔ اس وقت خدا نے تمہیں حمد کے لئے چنا۔ سو تم خدا کی حمد کرو۔ پھر یہی نہیں کہ تم کرو۔ بلکہ تم لوگوں کو حمد کی طرف بلاؤ۔ پس یہی اصل غرض اس جماعت کی ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس وقت اپنے مالوں اور جانوں کو خدا تعالیٰ کے رستے میں خرچ کرکے اجر عظیم کے مستحق ہوتے ہیں۔ سو خدا کا ہم پر بڑا احسان ہے کہ اس نے ہم کو پھر دوبارہ موقعہ دیا۔ خداوند تعالیٰ کے لئے دعائیں کرو۔ کہ وہ روح پیدا ہو۔ جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں پیدا ہو گئی تھی۔ خداوند تعالیٰ ہم سب کو بھی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین ٭

فہرست وصایا ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء

۱۰۹۲- جلال الدین ولد علم دین قوم لوہار۔ ساکن سعد اللہ پور تحصیل پھالیہ ضلع گجرات۔ میری جائداد مکان اور اراضی اور مویشی ہیں۔ اس کل جائداد قیمتی ۳۵۰ کے دسویں حصہ کی وصیت کی ٭

۱۰۹۳- عمر الدین ولد اللہ دتا قوم ارائیں۔ ساکن کوٹ خان محمد دیاپور ضلع گورداسپور۔ اپنی جائداد اراضی کے دو سو روپے کے دسویں حصہ کی وصیت کی ٭

۱۰۹۴- نظام الدین ولد شرف علی قوم فقیر۔ ساکن حاجی پور گیروعہ تحصیل و ضلع ہوشیارپور۔ اپنی جائداد اراضی ۱۵۰ روپیہ کے دسویں حصہ کی وصیت کی ٭

۱۰۹۵- مسماۃ نوری بی بی زوجہ نظام الدین قوم فقیر ساکن گیروعہ ضلع ہوشیارپور۔ اپنی جائداد زیور ۶۰ روپے کے دسویں حصہ کی وصیت کی ٭

۱۰۹۶- مولا بخش ولد بوٹا قوم ارائیں ساکن بھمبیاں تحصیل و ہوشیارپور۔ اپنی جائداد اراضی ۱۱۲ روپے کے دسویں حصہ کی وصیت کی ٭

۱۰۹۷- مسماۃ عمری زوجہ مولا بخش قوم ارائیں ساکن بھمبیاں۔ تحصیل و ضلع ہوشیارپور۔ اپنی جائداد قیمتی [illegible] روپے کے دسویں حصے کی وصیت کی ٭

۱۰۹۸- مسماۃ فاطمہ بیگم زوجہ مشتاق احمد قوم راجپوت ساکن بدوملہی۔ اپنی جائداد منقولہ ۱۶۵ (ایک سو پینسٹھ) کے دسویں حصہ کی وصیت کی ٭

افسر مقبرہ
محمد سرور شاہ

ایک رشتہ کی ضرورت

نام مستری عبد العزیز ساکن سکار ماچھیان عمر ۲۰ سال آمدنی تیس روپے ماہوار۔ آج کل امرتسر میں کام کرتا ہے نکاح کا خواہشمند ہے۔ لوہار ترکھان قوم سے جو صاحب چاہیں معرفت ایڈیٹر الفضل خط و کتابت ہو ٭

تصحیح

گذشتہ اخبار میں منشی تاج الدین صاحب کی لڑکی کا نام رپورٹر کی غلطی سے تاج بی بی لکھا گیا ہے۔ صحیح نام ممتاز بیگم ہے جس کا نکاح بابو غلام حسین صاحب امرتسری کے ساتھ ہؤا ہے ٭

میدہ کی سیویاں بنانے کی آہنی نو ایجاد مشین

کون نہیں جانتا۔ کہ میدہ کی سیویاں نکالنا دو چار آدمیوں کا کام ہے لیکن ہماری اس نو ایجاد مشین نے اس دقت کو رفع کر دیا ہے ایک بچہ بھی اس سے سیویاں نکال سکتا ہے۔ اس مشین میں سے ڈاٹ نکالنا نہیں پڑتا۔ آٹا پیسنے کی چکی کی طرح بجائے غلہ کے میدہ ڈالتے جاؤ۔ اور ہتھی کو پھراتے جاؤ۔ ایک گھنٹہ میں دو اڑھائی سیر لگاتار سیویاں نکلتی جاتی ہیں۔ پرزے نہایت مضبوط مختصر۔ دیر تک چلنے والے۔ چھلنیاں دو عدد موٹی اور باریک۔ ہر چھلنی میں ۱۱۶ سوراخ۔

پرچہ ترکیب استعمال۔ جس میں پھینیاں بنانے کی بھی ترکیب ہے۔ ہمراہ بھیجا جاویگا۔ سیاہ روغن کی ہوئی مشین کی قیمت عہ اور سفید قلعی کی ہوئی مشین کی قیمت عار۔ کثرت سے فروخت ہو رہی ہیں۔ ضرور منگواؤ اور فائدہ اٹھاؤ۔ محصولڈاک ایک مشین پر ۵ر اور دو پر ۷ر۔ تاجروں کو خاص رعایت۔ بارہ عدد کے خریدار کو ایک مشین مفت ٭

مستری فضل کریم اینڈ سنز احمدی جالندھری ثم قادیانی

نزد مہمانخانہ مسیح موعود۔ قادیان ضلع گورداسپور ٭

نوٹ۔ بعض احباب نے بڑی مشین بنانے کا مشورہ دیا ہے چونکہ اس میں روپے کی ضرورت ہے۔ اسلئے ایک سو آرڈر ہر آرڈر کے ساتھ نصف قیمت حلّی قدر مراتب یا تین روپے آنے پر ایسی مشینیں تیار کی جا سکینگی ٭